دین کی خدمت میں ہی حقیقی عزت ہے

(فرمودہ ۲۶- اپریل ۱۹۴۷ء)

۲۶- اپریل ۱۹۴۷ء بعد نماز مغرب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے ملک فیض الرحمٰن صاحب فیضی ایم اے لیکچرار تعلیم الاسلام کالج برادر خورد ملک عبدالرحمٰن صاحب خادم گجرات کا نکاح محترمہ وسیمہ بیگم صاحبہ بنت جناب سید ولی اللہ شاہ صاحب ناظر امور عامہ کے ساتھ مبلغ تین ہزار روپیہ مہر پر پڑھا۔ لہ

خطبہ مسنونہ کی تلاوت کے بعد فرمایا :

ہماری جماعت خدا تعالیٰ کے ایک مامور کی قائم کردہ جماعت ہے جسے دین کی اہمیت اور اس کی عظمت کا سب سے زیادہ احساس ہونا چاہئے مگر مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ جماعت کے نوجوانوں کا ایک طبقہ اس اہمیت سے غافل ہوتا جا رہا ہے اور بجائے اس کے کہ وہ دین کی خدمت کو خدا تعالیٰ کا ایک بہت بڑا انعام سمجھیں اور دنیا کی بڑی سے بڑی عزت کو بھی اس کے مقابلہ میں بالکل حقیر اور ذلیل سمجھیں دنیا کمانے کا احساس ان میں ترقی کرتا جا رہا ہے اور دین سے ایک قسم کی بے رغبتی ان میں پیدا ہو رہی ہے۔ میں سمجھتا ہوں اس کی بڑی حد تک ذمہ داری ان لوگوں پر بھی عائد ہوتی ہے جو دینی کاموں میں اپنی زندگیاں بسر کرنے والوں کے مقابلہ میں دنیوی عزت و وجاہت رکھنے والوں کو اپنی مجالس میں اونچا مقام دیتے اور ان سے امتیازی سلوک روا رکھتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ نوجوان جو ابھی دین کے مغز سے ناواقف ہوتے ہیں یہ خیال کرنے لگ جاتے ہیں کہ اصل عزت اسی میں ہے کہ دنیا کمائی جائے اور اپنے

مقام کو بلند کیا جائے۔ میں نے بارہا بتایا ہے کہ جو لوگ دین کی خدمت کے لئے اپنے آپ کو پیش کرتے ہیں ان کا اصل اجر تو اللہ تعالیٰ کے پاس ہی ہے لیکن جہاں تک جماعت کی زمہ داری کا تعلق ہے وہ اپنے فرض سے اس وقت تک کبھی سبکدوش نہیں ہو سکتی جب تک وہ اپنے اندر یہ احساس پیدا نہیں کرتی کہ دین کی خدمت کرنے والوں کے مقابلہ میں دنیا کا ایک بڑے سے بڑا عہدیدار بھی کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ اگر اس احساس کو تم لوگ زندہ رکھو گے تو تمہاری اولادوں میں بھی دین کی خدمت کرنے کا جذبہ زندہ رہے گا اور ہمیشہ تمہیں دین کے لئے اپنی جانیں قربان کرنے والے لوگ میسر آتے رہیں گے۔ لیکن اگر تم نے بھی دنیوی اعزاز رکھنے والوں کو ہی عزت دینی شروع کر دی اور جب کسی نے زندگی وقت کرنے کا ارادہ کیا تو رشتہ داروں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ یہ کھائے گا کہاں سے تو اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ خدمت دین کا جذبہ تمہاری آئندہ نسل کے دلوں میں سے مٹ جائے گا اور وہ کہیں گے کہ آؤ ہم بھی اسی راستہ پر چلیں جس پر چل کر ہمیں دنیا میں عزت حاصل ہو سکتی ہے۔ بے شک اصل عزت وہی ہے جو ایک متقی کو حاصل ہوتی ہے اور اصل انعام بھی وہی ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے ملتا ہے مگر کوئی چیز اپنے ماحول سے متأثر ہوئے بغیر نہیں رہتی۔ اگر ماحول ایسا ہو جس میں دین کی خدمت کرنے والوں کو اس نگاہ سے نہ دیکھا جاتا ہو جس نگاہ سے دیکھے جانے کے وہ مستحق ہیں تو لازماً کمزور طبائع اس سے متأثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتیں۔

پس میں جماعت کو ہوشیار کرتا ہوں کہ وہ اس رویہ میں تبدیلی پیدا کرے اور خدمت دین کرنے والوں کے متعلق یہ کبھی سوال پیدا نہ ہونے دے کہ یہ لوگ کھائیں گے کہاں سے تاکہ اسے ہمیشہ ایسے لوگ میسر آتے رہیں جو دین کے لئے قربانیاں کرنے والے ہوں۔ تم عیسائیوں کو خواہ کتنا برا کہہ لو ان کی اس خوبی کو کبھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ انہوں نے اپنے اندر پادریوں کا سسٹم جاری رکھ کر اور پھر ان کو عزت کا مقام دے کر اپنے مذہب کی عظمت کو قائم کر دیا ہے۔ ان کا پادری حکومت سے تنخواہ پاتا ہے اور پھر اسے عزت کے ساتھ ہر مجلس میں بٹھایا جاتا ہے مگر مسلمانوں کا ملّاں دربدر روٹی مانگتا پھرتا ہے اور اپنے ہی مقتدیوں کی نگاہ میں وہ ذلیل اور حقیر ہو جاتا ہے۔ اب بھلا ایک مولوی کی کیا عزت ہو سکتی ہے جبکہ وہ نان شبینہ کے لئے بھی دوسروں کا محتاج ہو۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے کہ قادیان کے اندر دو ملّاں تھے جن

میں بسا اوقات اس قسم کی باتوں پر جھگڑا ہو جایا کرتا تھا کہ کسی شخص کے مرنے پر اس کے کفن کی چادر کے متعلق ایک کہتا تھا کہ یہ میرا حق ہے اور دوسرا کہتا تھا کہ میرا حق ہے۔ آپ فرماتے تھے کہ ہمارے والد صاحب نے ان جھگڑوں کو دیکھ کر قادیان کے دو حصے کر کے ان میں بانٹ دیئے تاکہ ان میں لڑائی نہ ہو مگر ان میں سے ایک ملّاں دو تین دن کے بعد روتا ہوا والد صاحب کے پاس آیا والد صاحب نے پوچھا کیا بات ہے۔ وہ چیخ مار کر کہنے لگا مرزا صاحب آپ نے انصاف سے کام نہیں لیا۔ والد صاحب نے پوچھا تمہارے ساتھ کیا بے انصافی ہوئی تو وہ اپنی ہچکی کو بند کرتے ہوئے کہنے لگا " تساں جہڑے آدمی میرے حصے وچ دتے نے اونہاں دا قد اتنا چھوٹا اے کہ اونہاں دے کفن دی چادر دی چنی بھی نہیں بن سکدی۔" یعنی آپ نے میرے حصہ میں جن لوگوں کو رکھا ہے ان کا قد تو اتنا چھوٹا ہے کہ ان کے کفن کی چادر سے ایک چھوٹا سا دوپٹہ بھی نہیں بن سکتا۔ اب اندازہ لگاؤ جہاں ملاؤں کے اخلاق اتنے پست ہوں وہاں ترقی کی کیا امید ہو سکتی ہے۔ مگر عیسائیوں کے پادری جہاں جاتے ہیں ان کے لئے حکومتیں ٹیکس مقرر کرتی ہیں اور اس ٹیکس میں سے ان کو معقول گذارے دیئے جاتے ہیں۔ وہ دربدر کی روٹیوں اور کفن کی چادروں پر نہیں پلتے۔ یہی وجہ ہے کہ کوئی شخص ان کو حقارت کی نگاہ سے نہیں دیکھتا بلکہ ہر مجلس میں اور ہر سوسائٹی میں ان کو احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور وہ جہاں جاتے ہیں ان کو عزت کی جگہ پر بٹھایا جاتا ہے۔ تم چاہے عیسائیوں کو کتنا برا کہہ لو مگر وہ پادری کا اس طرح احترام کرتے ہیں جیسے ہمارے ہاں نواب یا رئیس کا ہوتا ہے۔ ہمارا ایک اچھے گھرانے کا رئیس اور ان کا پادری بالکل یکساں ہوتے ہیں۔ جہاں کہیں دعوت ہوتی ہے پادری کو بھی بلایا جاتا ہے اور اس کو عزت کی جگہ پر بٹھایا جاتا ہے۔ مگر مسلمانوں کی یہ حالت ہے کہ اگر کہیں دعوت ہو تو باقی تمام لوگوں کے کھانا کھا چکنے کے بعد ملّاں بھی بغل میں تھال دبائے آپہنچتا ہے اور گھر والے بچے کھچے ٹکڑے اس کو دے دیتے ہیں۔ بچپن میں ہم نے ایک لطیفہ سنا تھا کہ کوئی لڑکا کھیر کی بھری ہوئی ایک تھالی اپنے ملّاں کے پاس لے کر گیا اور کہا ملّاں جی یہ کھیر اماں نے آپ کے لئے بھیجی ہے۔ ملّاں صاحب کو پہلے تو اس بات کا یقین ہی نہ آیا اور تعجب سے پوچھا۔ کھیر۔ لڑکے نے کہا۔ ہاں کھیر ہے۔ ملّاں صاحب کو لڑکے کی والدہ کی یہ خلاف معمول سخاوت عجیب سی معلوم ہوئی اس لئے لڑکے سے پوچھنے لگے آج کیا بات ہوئی جو انہوں نے اتنی کرم فرمائی کی۔ لڑکے نے کہا ملّاں جی اصل بات یہ ہے کہ کھیر پکی ہوئی ٹھنڈی ہونے کے لئے رکھی تھی کہ ایک کتا آگیا اور اس

نے اس میں سے کھانا شروع کر دیا کتے کو تو خیر بھگا دیا مگر والدہ نے کہا یہ باقی کھیر ضائع کیوں جائے جاؤ ملّاں جی کو دے آؤ۔ چنانچہ میں لے کر آپ کے پاس آگیا ہوں۔ ملّاں جی نے جب یہ سنا تو سخت طیش میں آگئے اور تھالی کو دور پھینکا جو گرتے ہی ٹوٹ گئی۔ یہ دیکھ کر لڑکا رونے لگ گیا۔ ملّاں جی نے کہا کمبخت اس میں رونے کی کیا بات ہے تم کھیر لائے تھے اور میں نے قبول نہیں کی بس قصہ ختم اور تھالی جو ٹوٹی ہے وہ معمولی بات ہے۔ لڑکا کہنے لگا ہے تو معمولی مگر والدہ مجھے سخت مارے گی کیونکہ یہ تھالی ننھے کے پاخانہ والی تھی اب ہمارا ننھا کس میں پاخانہ بیٹھے گا۔ اب دیکھو یہ حالت مسلمانوں کے ملّاؤں کی ہے۔ اس کے مقابلہ میں پادریوں کو دیکھ لو ان کو بڑی سے بڑی مجالس میں بھی عزت کے ساتھ اونچی جگہ پر بٹھایا جاتا ہے اور ان کا پورا احترام کیا جاتا ہے۔ پچھلے دنوں جو برطانیہ کے شہنشاہ کی معزولی کا واقعہ ہوا تھا اور جس کے چرچے گھر گھر ہوتے رہے تھے اس کی وجہ یہ تھی کہ شہنشاہ کے بعض عیسائیت کے خلاف عقائد کی وجہ سے انگلستان کے لاٹ پادری نے اعتراض کر دیا اور یہاں تک کہہ دیا کہ اگر ایسا ہوا تو میں سرکاری مواقع میں کوئی حصہ نہیں لوں گا۔ چنانچہ جب شہزادہ نے اس کی بات کو نہ مانا تو اس کو تخت سے دست بردار ہونے کے لئے مجبور کر دیا گیا۔ یہی چیزیں ہیں جن کی وجہ سے قوم ترقی کر گئی ہے۔

پھر پادریوں کے کام کے لئے بڑے بڑے خاندانوں کے نوجوان اپنی زندگیاں وقف کر کے آگے آتے ہیں اور ان کو جہاں کہیں بھیجا جاتا ہے وہ بلا پس و پیش جاتے ہیں اور کام کرتے ہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اب وقف کے سلسلہ میں ہماری جماعت کا قدم بھی دن بدن آگے بڑھ رہا ہے لیکن میں نے اکثر دیکھا ہے کہ زندگیاں وقف کرنے والوں کے بارہ میں ان کے رشتہ داروں کی طرف سے یہ سوال اٹھایا جاتا ہے کہ یہ لوگ کھائیں گے کہاں سے؟ اور یہ ایک ایسا سوال ہے جو عیسائیوں جیسی مشرک قوم کے پادریوں نے انیس سو سال کا لمبا عرصہ گزرنے کے باوجود نہیں کیا تھا اور ان کو کبھی یہ خیال نہ آیا تھا کہ وہ کھائیں گے کہاں سے مگر افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہماری جماعت کے لوگوں نے ایک صدی بھی گزرنے نہ دی اور یہ سوال پیش کر دیا۔ ذرا خیال تو کرو کہ جب جڑ ہی اس قسم کی ہوگی تو آگے درخت کی کیا حالت ہوگی۔ اگر روٹی کی کوئی حقیقت ہے تو خدمت دین کی بھی کوئی حقیقت ہونی چاہئے کیا روٹی اور سالن دین کی خدمت سے زیادہ قیمتی ہیں۔ ایک شخص جو صدق دل سے دین کی خدمت پر کمربستہ ہوتا ہے اس کے دل کے اندر یہ خیال ہی پیدا نہیں ہو سکتا کہ وہ کھائے گا کہاں سے کیونکہ اس کا اللہ

تعالیٰ پر توکل ہوگا اس کا قسم کا خیال تو وہی شخص کر سکتا ہے جو دین کی خدمت کی حقیقت سے نا آشنا ہو۔ ورنہ جو شخص دین کی کچھ بھی حقیقت سمجھتا ہے وہ اس قسم کا سوال کرتا ہوا شرمائے گا اور ایسا سوال دل کے اندر پیدا ہونے پر وہ ندامت محسوس کرتے ہوئے اور اس چیز کو اپنی غلطی سمجھتے ہوئے خدا تعالیٰ کے حضور سجدہ میں گر کر کہے گا کہ اے میرے خدا! یہ میری غلطی اور نادانی تھی کہ میرے دل میں اس قسم کا خیال پیدا ہوا۔ میں تجھ پر سچا توکل کرتا ہوں اور تیرے دین کی خدمت کے لئے بغیر کسی مطالبہ کے حاضر ہوں۔ غرض جب تک ہماری جماعت کے لوگوں کے دلوں میں یا خود زندگی وقف کرنے والوں کے دلوں میں اس قسم کے سوالات اٹھتے رہیں گے ترقیوں اور کامیابیوں کا منہ دیکھنا ناممکن ہوگا۔ یہ احساس جب تک مٹ نہ جائے گا اور جماعت کا ہر بچہ اور بوڑھا ہر مرد اور ہر عورت اور ہر چھوٹا اور ہر بڑا اپنے دل کو اس یقین سے لبریز نہ کرلے گا کہ جو کچھ ہے وہ دین ہی ہے اس وقت تک ہم ترقی کے میدان میں آگے بڑھنے کے قابل نہیں ہو سکتے۔

پس ہماری جماعت کے ہر فرد کو یہ اچھی طرح جان لینا چاہئے کہ خدمت دین ہی سب سے بڑی، سب سے اعلیٰ اور سب سے ارفع خوبی ہے۔ جب تک طبائع میں یہ احساس پیدا نہ ہوگا دین کا ادب اور احترام قائم نہیں ہو سکتا اور جو قوم اپنے دین کا ادب اور احترام نہیں کرتی وہ زیادہ دیر زندہ بھی نہیں رہ سکتی۔ عیسائیوں کے اپنے دین کی خدمت کا ادب اور احترام کرنے کا ہی یہ نتیجہ ہے کہ ان کے بڑے بڑے خاندانوں کے لوگ پادریوں میں نام دیتے ہیں اور اکثر ان میں لارڈوں کے بیٹے ہوتے ہیں۔ مثلاً آج کل لندن میں مسز ایٹلے[2] ایک پادری عورت ہے جو ہمارے لندن والے مشن میں بھی چار پانچ دفعہ آچکی ہے۔ گو وہ متعصب ہے مگر اس پر ہمارے مشن کا اثر ضرور ہے وہ برطانیہ کے سب سے بڑے وزیر کی بیوی ہے۔ وہاں تو یہ حال ہے کہ کوئی لیبر ہو، کنزرویٹو ہو، یا لبرل ہو وہ لوگ اپنی بڑائی کا اسی میں یقین کرتے ہیں کہ دین کی خدمت کے لئے اپنی زندگیاں وقف کر دیں۔ لیکن ہمارے ہاں یہ حال ہے کہ زندگیاں تو بے شک وقف ہوتی ہیں لیکن ساتھ ہی روٹی اور سالن کا سوال بھی پیدا ہو جاتا ہے۔ اگر جماعت نے اپنے اس رویہ میں تبدیلی نہ کی تو ہم ایسے راستہ پر قدم مار رہے ہوں گے جس پر چل کر کوئی کامیابی حاصل نہیں کی جا سکتی۔ جب تک یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ ہم یا ہمارے رشتہ دار اگر دین کی خدمت کرتے ہیں تو یہی ہمارے لئے سب سے اعلیٰ بڑائی اور فخر کا مقام ہے اس وقت تک ہم

ان ترقیات کو نہیں پا سکتے جو ہمارے مد نظر ہیں۔ ہم میں سے بڑے سے بڑا عالم، بڑے سے بڑا ڈاکٹر، بڑے سے بڑا وکیل، بڑے سے بڑا تاجر اور بڑے سے بڑا صناع جب تک اپنے اندر یہ حالت نہیں پاتا کہ جب وہ سنے کہ فلاں نے اپنی زندگی دین کے لئے وقف کی ہے تو وہ خوشی کے ساتھ اچھل پڑے اور اسے اپنے سے زیادہ معزز سمجھے اس وقت تک ہم ایک ایسا خواب دیکھ رہے ہوں گے جو کبھی شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکتا اور ہمارا یہ کہنا کہ ہماری جماعت تمام دنیا کو اسلام کے لئے فتح کرلے گی صرف منہ کی بات ہوگی۔

پس میں جماعت کو توجہ دلاتا ہوں کہ یہ معمولی مسئلہ نہیں کہ اس کی پرواہ ہی نہ کرو بلکہ تمہیں چاہیئے کہ اسے میخ کی طرح اپنے دلوں میں گاڑ لو یہاں تک کہ جماعت کے ہر فرد کو یہ پختہ یقین ہو جائے بلکہ قیامت تک یہ یقین رہے کہ دین کی خدمت کرنے والا ہی سب سے بڑا معزز ہے۔

(الفضل ۸ نومبر ۱۹۶۱ صفحہ ۲، ۳)

۱؎ الفضل ۲۸۔ اپریل ۱۹۴۷ء صفحہ ۱

۲؎ Clemaent Rscead Attlee (1883-1967)

Prime Minstor of the First Majority Lahour Goverment (1945-51)

محترم چوہدری ظہور احمد صاحب باجوہ نے بتایا کہ وہ ان دنوں امام مسجد لندن تھے۔ مسز ایٹلے پرائم منسٹر کی بڑی بہن تھیں یہ مشرقی افریقہ میں مشنری رہی تھیں۔ مگر بشیر احمد آرچرڈ ایک میٹنگ میں اس سے ملے اور اس کو مسجد آنے کی دعوت دی۔ یہ مشرقی افریقہ میں ہمارے مبلغوں سے مل چکی تھی اور احمدیت سے واقفیت رکھتی تھی۔ بشیر احمد آرچرڈ کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے کہا:

"I have spent my life in East Africa but The light I see in your face I have not seen before"